

مدون کے علمی تناظر میں "کربل کتھا" کی دریافت: ایک تحقیقی مطالعہ

A Study of the Discovery of "Karbal Katha" in the Scholarly Perspective of the Compiler

* بے نظیر

Abstract

This article studies the discovery of "Karbal Katha" in the perspective of its compiler. It explores that Mukhtaruddin Ahmed, while compiling the Karbal Katha, made its literary and linguistic features the subject of discussion. Criticism has also been provided for the use of proverbs, techniques and innovations in the structure of sentences. Karbal Katha is a literary work as well as a religious work, so it also contains many historical data, descriptions of historical events which are sometimes very short and sometimes based on length to determine the historical status of the text. At the end, the list of names and persons, list of books and places and other matters are given. Mukhtar-ud-Din Ahmed has compiled Dastan-e-Fazli with great care and diligence. Competent hard work and good order are in every way commendable and of paramount importance. Mukhtaruddin Ahmed also commented on the reflection of the cultural environment in Karbal Katha.

Keywords: Mukhtaruddin Ahmed, Karbal Katha, discovery

مذہبی داستان: ایک تعارف

داستان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان، کیونکہ انسان کو جیسے ہی قوتِ گویائی نصیب ہوئی اور اس نے اظہار کی کیفیت کو لفظوں کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش شروع کی اسی وقت سے داستان وجود میں آگئی۔ قصے، کہانیاں سننا اور کہنا ازل سے ہی انسان کا دل پسند مشغلہ رہا ہے۔ گویا داستان سرانیاں انسان کے ساتھ ہی وجود میں آگئیں۔ وقت گزرنے

* پی ایچ ڈی۔ کالر اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

کے ساتھ ساتھ انسان کے شعور نے ترقی کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں اور یوں وہ اپنے مافی الضمیر کو صفحہ قرطاس پر اتارنے لگا۔ یہی قصے، کہانیاں اور داستانیں تحریری طور پر وجود میں آنے لگیں اور مزید اصنافِ نظم و نثر وجود میں آتی گئیں۔ مذہبی داستانیں ہر ملک، ہر مسلک کی مطابقت سے لکھی جاتی رہیں مگر کچھ ایسی داستانیں بھی لکھی گئیں جو ہماری تاریخ کا بہت ہی اہم مذہبی پہلو پیش کرتی ہیں اور وہ کسی ایک قوم، مذہب یا ملک کے ساتھ منسلک نہیں ہوتیں بلکہ پورے عالم کو اپنی توجہ کو مرکز بنا لیتی ہیں انھی میں ایک مذہبی داستان "کربل کتھا" ہے واقعہ کربلا پر مبنی یہ فضل علی فضلی کی ایک ایسی تصنیف ہے، جو کہ فارسی کی "روضۃ الشہدا" سے ترجمہ کی گئی۔ اس کے مصنف ملا واعظ حسین کاشفی ایک بلند پایہ عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ یہ کتاب انھوں نے ہرات کے ایک شہزادے "مرشد الدولتہ و الملتہ والدین عبداللہ المشہر بسید مرزا" کی فرمائش پر 908ھ میں لکھی۔ اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ روضۃ الشہدا میں دس ابواب اور ایک خاتمہ شامل ہے۔ ان ابواب میں حق و باطل کی جنگ جو کہ نواسر رسول مقبول حضرت امام حسینؑ نے میدان کربلا میں لڑی اور جامِ شہادت نوش کر کے اسلام کی تاریخ میں ایک اہم باب رقم کر دیا جو کہ رہتی دنیا تک زندہ رہے گا۔ مصنف نے واقعہ کربلا اور شہدائے کربلا کے دردناک قصوں کو تفصیل سے بیان کیا۔ یہ کتاب شیعہ مسلک کے پیروکاروں میں خاص طور پر بے حد پسند کی گئی۔ ایران اور ہندوستان میں مجالسِ عزاء میں اس کتاب کو کثرت سے پڑھا جانے لگا۔ کتاب کی اسی مقبولیت کے پیش نظر اس کے بہت سی زبانوں میں تراجم ہونے لگے۔ اسی سلسلے کی اہم کڑی "کربل کتھا" ہے۔ فضلی نے روضۃ الشہدا سے بھرپور اخذ و استفادہ کرتے ہوئے اس کتاب کو 1145ھ میں فارسی سے اردو میں اس قدر محنت اور خوبصورتی سے ترجمہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر ترجمہ سے زیادہ طبع زاد ہونے کا گماں گزرتا ہے۔ اس کتاب کو ایک منفرد حیثیت بھی حاصل ہے کہ یہ کتاب شمالی ہند کی قدیم ترین نثری کتاب کا درجہ حاصل کرنے کا شرف رکھتی ہے۔ فضلی نے سولہ سال تک اس کو صرف ذاتی مجالس تک محدود رکھنے کے بعد 1161ھ میں اس پر نظر ثانی کی اور کچھ حذف و اضافے کے بعد کتاب کو موجود شکل میں ترتیب دیا۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق کربل کتھا کی قدامت سے کسی کو انکار نہیں۔ بہت زیادہ مقبولیت کے باوجود یہ کتاب تقریباً ناپید ہو چکی تھی سوائے چند ایک بیانات کے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس نایاب کتاب کا ایک نسخہ یورپ کے ایک چھوٹے سے شہر ٹیوبنگن کے کتاب خانے میں موجود ہے۔ مختار الدین احمد نے بہت تلاش و بسیرا کے بعد یہ نسخہ دریافت کیا اور بعد ازاں اس کو قیمتی حواشی سے مزین کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ یوں اس کی دریافت کا سہرا ہندوستان کے اس نامور محقق و مدون کے سر جاتا ہے۔

- ہندوستان ہمیشہ سے ہی علمی و ادبی شخصیات کا گہوارا رہا ہے اس سر زمین پر مختلف اوقات میں بہت ساری عظیم ہستیوں نے جنم لیا اور افلاکِ عالم پر اپنی دینی، مذہبی، سیاسی اور علمی و ادبی خدمات کی بنیاد پر شمعِ فروزاں بن کر چھا گئے۔ علم و ادب کی دنیا اس قدر وسعت کی حامل ہے کہ تمام روئے ارض کی وسعتیں بھی اس کے مقابلے میں بچھ ہیں۔ بلکہ اسی طرح فکر و نظر اور تلاش و جستجو کو کسی بھی قسم کی سیاسی، سماجی، رسمی یا مذہبی الغرض

کسی بھی قسم کی حد بندیوں میں مقید کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ انسان شب و روز کے مشاہدات و تجربات، اکتسابِ علم و ہنر اور فیضانِ صحبت سے ظرف و پیمانے کے حساب سے استفادہ کرتا ہے اور اسی اخذ شدہ استفادے کو وہ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ شخصیت کے تعین میں ظاہر اور باطن دونوں پیمانوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے تبھی کسی شخصیت کا درست معیار کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ جب انسان بہت تنگ و دو کے بعد کسی بلند مقام پر فائز ہو کر ایک باوقار اور قدآور شخصیت بن کر دنیا کے سامنے آتا ہے تو اس وقت اہل علم اور اہل قلم الغرض سب کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس شخصیت کی ناموری کا سبب معلوم میں بہت تلاش و جستجو اور تحقیق و تنقید کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس کے افکار و خیالات توجہ کا مرکز بنتے ہیں جو کہ اس کی تحریروں کی بدولت سامنے آتے ہیں، ذاتی جوہر اس میں بنیادی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اس کے علاوہ خاندانی پس منظر، گھریلو ماحول، تعلیم و تربیت اور معاشی و معاشرتی حالات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مختار الدین احمد: ایک مختصر تعارف

ڈاکٹر مختار الدین احمد ملک کے مشہور دانشور، محقق، مدون، مترجم اور مدیر کی حیثیت سے ادبی دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوئے۔ وہ اردو، فارسی اور عربی کے نامور محقق، ممتاز مصنف اور مستند مدون کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ غالبیات میں بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کا شمار ہندوستان کے چند مایہ ناز محققین میں ہوتا ہے جن کی پیشہ وارانہ وابستگی تمام عمر عربی اور فارسی کے ساتھ رہی مگر انھوں نے اردو ادب کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی تحقیق کا مرکز اور نکتہ آغاز عربی زبان و ادب تھا جو مختلف زبانوں سے ہوتا ہوا اردو ادب پر مرتکز ہو گیا۔ علوم اسلامیہ کے ماہر کی حیثیت سے بھی ان کا نام اسلامی دنیا میں اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ مختار الدین احمد کو مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا شوق انھیں ورثے میں ملا۔ ان کے والد ظفر الدین قادری بہاری اپنے عہد کے نامور مصنف اور جید عالم کی حیثیت سے شہرت کے حامل تھے۔ انھیں بیک وقت کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ مختار الدین احمد پر ان کے والد کی چھاپ سے متعلق مالک رام اپنے ایک مضمون "ذکر مختار" میں لکھتے ہیں: "مختار الدین احمد کو مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا شوق انھیں ورثے میں ملا۔ انھوں نے اپنے والد محترم کی عادات اور ان کی روزانہ کی مشغولیات کا بچپن سے بغور مطالعہ کیا اور ان میں سے بیشتر کی پیروی کی بھی کوشش کی۔ قدراً اپنے والد کی سیرت و عادات کی ان پر چھاپ ہے۔ ان میں لکھنے پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جب سے انھوں نے ہوش سنبھالا، انھوں نے اپنے ارد گرد کتابیں دیکھیں اور یہ دیکھا کہ ان کے والد گھر میں موجود ہیں تو وہ یا کچھ لکھ رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں۔"¹

اندازِ تحقیق

مختار الدین احمد اپنی ذات میں ایک دبستان کی حیثیت رکھتے تھے ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ بچپن سے ان کا معمول تھا کہ وہ نصاب سے ہٹ کر مختلف النوع کتب کے مطالعہ کے عادی تھے۔ ان کے مطالعے میں اردو، فارسی اور عربی کی کتب

¹ (ا) مالک رام، مرتب؛ نذر مختار؛ نئی دہلی، مکتبہ جامعہ؛ 1980؛ ص 30

شامل تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ عملی زندگی میں بھی ان کی علمی و ادبی خدمات کی کوئی ایک جہت نظر نہیں آتی، بلکہ ان کا کام متعدد جہات پر مشتمل ہے، وہ نہایت وسیع القلب ہونے کے ساتھ ساتھ وسعتِ نظر کے حامل بھی تھے۔ مطالعہ کتب ان کی زندگی میں لازمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا کے جس کونے میں بھی انھیں جانے کا اتفاق ہوا، ان کی نظریں ہمیشہ علم اور علما کی متلاشی رہیں۔ تحقیق و تدوین کے دشوار گزار اور کٹھن فن کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس انتہائی دقیق، خشک، کٹھن فن کے میدان میں چند نمایاں نام نظر آتے ہیں جنہوں نے تدوین کے اعلیٰ نمونے فراہم کیے جن سے اس فن کے اصول و ضوابط اور دائرہ کار متعین کرنے میں مدد ملی، اس سلسلے میں ایک اہم نام مختار الدین کا بھی لیا جاتا ہے جنہوں نے عربی زبان کا جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب خاص طور پر فن تدوین میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ لہذا ان کا شمار اس فن دقیق کے بنیاد گزاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بہت سے قدیم متون کو نہ صرف ترتیب دیا بلکہ ان کی دریافت کا سہرا بھی انھی کے سر ہے۔ ان متون میں بہت سے ایسے تھے جو نایاب سمجھے جاتے تھے۔ مختار الدین احمد نے بہت محنت اور مشکل مراحل سے گزر کر انھیں حاصل کیا اور تدوین کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان متون کو ترتیب بھی دیا۔ ان کی تدوینات میں ہمیں بہت سی جہات نظر آتی ہیں جن میں داستان، سفر نامے، خطوط، دیوان، اور نند کروں کی تدوین شامل ہے۔

دریافت کردہ متون:

مختار الدین احمد نے روایت سے کسب فیض کرتے ہوئے محققانہ مزاج کی بدولت تحقیق و تدوین کو نئے اصول و ضوابط بھی فراہم کیے۔ ان کی تحقیق کا مرکز اور نکتہ آغاز عربی زبان و ادب سے ہوتا ہوا اردو زبان و ادب پر مرتکز ہو گیا۔ علوم اسلامیہ کے ماہر کی حیثیت سے بھی ان کا نام اسلامی دنیا میں اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ اردو ادب کے کلاسیکی جواہر پاروں کی تدوین میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ہندوستان کے اہم کتب خانوں کے علاوہ لندن، فرانس، جرمنی اور مصر وغیرہ کے اہم کتب خانوں سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے اردو کے بیش قیمت نایاب متون کو دریافت کر کے آدابِ تدوین کے مطابق حریم ادب میں شامل کیا۔ اردو ادب کی تدوین کے سلسلے میں ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ انہوں نے دستیاب متون کو دریافت کر کے مرتب کیا، گویا ان دیکھے جزیرے ان کی جولان گاہ بنے رہے، اسی بنا پر انھیں اردو ادب کا "سندباد جہازی" اور کبھی "تخلیقی تدوین کا کار گزار" بھی کہا گیا۔ ان کے زیادہ تر مرتبہ متون ایسے ہیں جو عام طور پر ناپید ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر گیان چند جین اپنے ایک مضمون "ڈاکٹر مختار الدین احمد بحیثیت محقق" میں مختار الدین احمد کے کام سے متعلق ایک نئی اصطلاح وضع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تحقیق کے شعبوں میں تدوین ایک نہایت ہی مشکل کام ہے اور ڈاکٹر مختار الدین احمد نے اسی کو اپنایا ہے۔ تنقید کے ایک انداز کو تخلیقی تنقید کہا گیا ہے، میں اگر مجموعہ ضدین قسم کی اصطلاح وضع کروں تو ڈاکٹر مختار الدین کو تخلیقی تدوین کا کار گزار قرار دے سکتا ہوں۔ انہوں نے بہت سے متون مرتب کیے جن کی دریافت کا سہرا بھی انہی کے سر ہے یا جنہیں انہوں نے کتابوں سے مستخرج کیا ہے۔ ان سے پہلے

دوسروں نے بھی یہ کام کیا ہے، لیکن مختار صاحب کی یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے کوئی ایسا متن مرتب نہیں کیا، جو عام طور سے دستیاب ہو۔²

مختار الدین احمد نے تدوین کے سلسلے میں اندھیروں سے روشنی کشید کی اور آنے والے محققین کے لیے مینارہ نور کی حیثیت حاصل کی۔ انھوں نے نہ صرف روایت سے بھرپور استفادہ کیا بلکہ اردو تحقیق و تدوین کے نئے اصول و ضوابط بھی فراہم کیے۔ دینیات کے وسیع مطالعے اور علامہ سید مناظر احسن گیلانی کے تدوین کے نظری مقالات نے ان کی ٹھوس بنیادوں پر تربیت کی۔ مغربی تحقیقی و تنقیدی اصولوں کو سمجھنے کے بعد انھیں مخطوطات کی تصحیح و تدوین میں استعمال کرنے کا ہنر قیام یورپ کے دوران حاصل ہوا۔ پروفیسر شریف حسین قاسمی لکھتے ہیں: "مخطوطات کی تلاش، ان کی شناخت اور پھر ان کا باقاعدہ تعارف بھی آپ کا ایک امتیازی وصف ہے۔ فارسی، اردو و عربی کے متعدد اہم اور منفرد خطی نسخے آپ نے دریافت کیے ہیں۔ ان میں سے بعض آپ کی کوششوں سے ترتیب و تدوین کے جدید طریقوں کے مطابق منظر عام پر آچکے ہیں۔ آپ کی متلاشی نظروں نے پچھلی صدیوں کے کچھ آثار ڈھونڈ نکالے ہیں جن کا ذکر دیگر ماخذ میں نظر آتا تھا اور گمان تھا کہ وہ اب مفقود ہیں اس ضمن میں یورپ کے مخطوطات میں مفتی صدر الدین آزر دہ کے اس تذکرے کا ذکر ضروری ہے جس کا شیفتہ نے گلشن بے خار میں ذکر کیا ہے۔ مزید برآں فضل علی فضلی کی کربل کتھا اور حیدر بخش حیدری کے تذکرہ گلشن ہند کے خطی نسخے بھی آپ نے دریافت کیے ہیں اور انھیں اپنے خاص علمی انداز سے شائع کیا ہے۔ مخطوطات سے خاص دلچسپی کے باعث آپ نے خطی نسخوں کے چند ذخائر کی فہرستیں خود تیار کیں ہیں اور بعض دیگر فضلا کی مرتبہ فہرستوں پر نظر ثانی بھی کی ہے اور انھیں شائع کیا ہے۔۔۔۔"³

مختار الدین احمد کے دریافت کردہ دوسرے متون بھی اردو تدوین کی تاریخ میں اہم اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن جس فن پارے کی دریافت کو ان کی سب سے اہم کاوش کہا جاتا ہے وہ "کربل کتھا" کی دریافت ہے جس کی بدولت اردو تدوین کی تاریخ تا ابد ان کی ممنون احسان رہے گی۔ فضل علی فضلی کی اس داستان کی تدوین نے مختار الدین احمد کو تحقیق و تدوین کے شعبے میں ایک بلند مقام پر فائز کر دیا۔ ان کی تحقیق و تدوینات میں کربل کتھا کو ایک شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین لکھتے ہیں: "ڈاکٹر مختار الدین احمد کی تحقیق و تدوین دونوں کا شاہکار کربل کتھا ہے۔ یہ متن ناپید سمجھا جاتا تھا۔ شمالی ہند کی نثر کی قدیم ترین کتاب کو دریافت کرنا بیٹیک غیر معمولی تحقیق ہے اور مختار صاحب کے تحقیقی کارناموں میں "گل سرسبد" ہے۔"⁴

² مالک رام، مرتب؛ "ڈاکٹر مختار الدین احمد بحیثیت محقق" از گیان چند جین؛ (مشمولہ نذر مختار)؛ نئی دہلی، مکتبہ جامعہ؛

1980ء ص. 27، 17

³ شاہد ماہلی، مرتب؛ پروفیسر مختار الدین احمد (محقق و دانشور)، (مشمولہ "پروفیسر مختار الدین احمد کا انداز تربیت" از شریف

حسین قاسمی؛ نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ؛ 2000ء؛ ص 171

⁴ ایضاً ص. 37

کر بل کتھا کی دریافت اور تدوین کا مختصر جائزہ:

"کر بل کتھا" فضل علی فضل کی ایک تصنیف ہے جسے فضلی فارسی کی "روضۃ الشهداء" سے اردو میں ترجمہ کیا انھوں نے اس خوبصورتی سے اسے ترجمہ کیا کہ اس پر طبع زاد کتاب ہونے کا گماں گزرتا ہے۔ ملا واعظ حسین کاشفی کی یہ کتاب بہت ہی مقبول ہوئی اور اس کے بہت زیادہ زبانوں میں ترجمے ہوئے انھی میں سے ایک کر بل کتھا بھی ہے۔ یہ ایک قدیم ترین نثری کتاب کا درجہ رکھنے کے باعث بہت اہمیت کی حامل ہے۔ لیکن یہ کتاب عرصہ دراز سے قعر گمنامی کا شکار تھی اور ماسوائے کریم الدین احمد کے "طبقات الشعراء ہند" کے اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ ان کے بعد جتنے لوگوں نے اس کتاب کا حوالہ دیا وہ کریم الدین کے بیان سے نقل شدہ تھا۔ لیکن کریم الدین بھی یہ بتانے سے قاصر رہا کہ درحقیقت اس کتاب کا یہ نسخہ کہاں موجود ہے لہذا یہ کتاب مفقود ہو چکی تھی۔ یہ قیمتی نسخہ اہل علم و ادب کی نظروں سے اوجھل رہا جس کو قاضی عبدالودود کی ایما پر مختار الدین احمد نے تلاش کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ دورانِ قیام یورپ ایک طویل تلاش و جستجو کے بعد بالآخر ٹیوبنگن کے ایک کتب خانے کے تہ خانے سے دستیاب ہوا۔ انھوں نے سب سے پہلے قاضی عبدالودود کو یہ نسخہ ملنے کی خوشخبری دی۔ جس پر قاضی صاحب نے انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مختار صاحب کو اردو کے محسنوں میں شمار کیا۔ اس کی دریافت کے بعد مختار صاحب دوسرے علمی و ادبی کاموں میں مصروف رہے اور اسی دوران خواجہ احمد فاروقی کو بھی اس نسخے کی دریافت کی کہانی معلوم ہوئی تو انھوں نے کسی طرح اس نسخے کا عکس حاصل کیا اور بہت جلد بازی میں اس کو ترتیب دے کر 1921ء میں دہلی یونیورسٹی سے شائع کروادیا اور ساتھ ہی انتہائی غیر دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی دریافت کو اپنی کاوش کہہ کر متعارف کروادیا جس پر ایک علمی و ادبی بحث کا آغاز ہو گیا تاہم اس کے باوجود مختار صاحب نے اس کی ترتیب کے چار سال بعد 1965ء میں مالک رام کے اشتراک سے اس پر قیمتی حواشی دے کر اس نسخے کو ترتیب دیا۔

مختار الدین احمد نے مالک رام کے اشتراک و تعاون سے کر بل کتھا کو انتہائی محنت سے مرتب کیا اور قیمتی حواشی سے مزین کر کے تدوین کی تاریخ میں اہم اضافے کیے۔ مالک رام نے اصل مخطوطے سے مسودے کی نقل تیار کی اور مختار صاحب نے اس پر ایک مبسوط اور جامع مقدمہ تحریر کیا۔ مقدمے کے مباحث میں اسلوبیاتی جائزہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو زیادہ تر مالک رام نے لیا۔ مسودے کی کاپیوں کی پروف ریڈنگ دیکھنے کے ساتھ ساتھ مختار صاحب نے اس کی فہارس بھی تیار کیں۔ دونوں محققین نے اس متن کی تحقیق و تدوین کا پورے طور پر حق ادا کر دیا اور یوں ایک گوہر نایاب کو علمی دنیا کے سامنے لا کر سب کو حیران کر دیا۔ کتاب کو بہت سے حصوں میں تقسیم کیا گیا جس میں مقدمہ، فاتحات، دیباچہ مؤلف، مقدمہ مؤلف، بارہ مجالس کا بیان، خاتمہ، پانچ فصلیں، گیارہ عنوانات پر مبنی فہارس جن میں فہرست عبارت و فقرات عربی، فہرست ماخذ، حواشی، فہرست اعلام، فہرست اہم و قبائل، فہرست غزوات و ایام، فہرست بلاد و اماکن، فہرست آیات قرآنی، فہرست احادیث نبوی، فہرست کتب و اردو متن اور فہرست الفاظ شامل ہیں، اس کے بعد استدراکات و تصحیحات اور سب سے آخر میں عکس مخطوط کا عنوان درج ہے مگر دراصل یہ عکس صفحہ نمبر 19 کے مقابل اور 283 صفحے

کے بالمقابل پیش کیا گیا ہے۔ اس نسنے کی ترتیب میں روضۃ الشہداء کے تین نسنے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں جن سے دوران ترتیب متن انھوں نے تصحیح میں مدد لی۔ قرآنی آیات کی طرف جہاں کہیں اشارے ہیں وہاں قرآن سے اصل عبارت حواشی میں درج کی اور سورۃ کا نام اور آیت نمبر بھی درج کیا۔ اس دوران جہاں کہیں ضروری سمجھا وہاں اعراب لگانے کا اہتمام روار کھا۔ مختار صاحب تصحیح شدہ لفظ کو متن میں شامل کر دیتے جبکہ اس کی وضاحت حواشی میں فراہم کر دی گئی۔ متن میں بہت سے مقامات پر وضاحت طلب پہلو تھے جن پر مرتب نے حاشیے میں بھرپور روشنی ڈالی۔ چند ایک مقامات سے قطع نظر مرتب نے تقریباً ہر روایت کا تاریخی جائزہ لے کر اسے آداب تحقیق کے مطابق اس کا استخراج کیا۔ غیر متعلق مباحث پر وقت صرف کرنے کی بجائے متعلقہ اور اہم مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا۔ کربل کتھا کی تدوین سے متعلق تمام اہم تحریروں کے حوالہ جات کا اندراج کیا گیا ہے، تاہم مقدمے میں تدوینی طریقہ کار کی عدم دستیابی اکثر مقامات پر مبہم صورتحال کا باعث بنی۔ مختار الدین احمد نے کربل کتھا کے متن کے سلسلے میں مختلف اصطلاحات کی فہرستیں بھی آخر میں دی ہیں۔ انھوں نے طوالت سے بچنے کے لیے اشاریاتی فہر اس بھی ترتیب دی ہیں۔ متن کے جن اجزائی کی تفسیح یا اضافہ مقصود ہے ان کو خطوطِ وحدانی میں درج کیا۔ روایتوں کے اختلاف کی صورت میں دوسرے نسخوں سے مدد لی۔

مختار الدین احمد اپنی ذات میں ایک دبستان کی حیثیت رکھتے تھے ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ بچپن سے ان کا معمول تھا کہ وہ نصاب سے ہٹ کر مختلف النوع کتب کے مطالعہ کے عادی تھے۔ ان کے مطالعے میں اردو، فارسی اور عربی کی کتب شامل تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ عملی زندگی میں بھی ان کی علمی و ادبی خدمات کی کوئی ایک جہت نظر نہیں آتی، بلکہ ان کا کام متعدد جہات پر مشتمل ہے۔ وہ نہایت وسیع القلب ہونے کے ساتھ ساتھ وسعتِ نظر کے حامل بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے سلسلے میں کئی انعامات سے نوازا گیا۔ وہ بیشتر ادبی، علمی، سماجی، مذہبی، صحافتی، ثقافتی اور قومی اداروں سے منسلک رہے، وہ اپنے والد محترم کی طرح ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ عربی اور فارسی میں ان کی علمی و ادبی خدمات سے قطع نظر اگر ان کی اردو زبان و ادب کے ساتھ وابستگی اور خدمات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا شمار اردو کی ان علمی و ادبی شخصیات میں ہوتا ہے جن سے اہل علم کا وقار اور علم کا اعتبار قائم ہوتا ہے۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کے اثرات پورے عہد پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے اپنے والد محترم کی تربیت اور اساتذہ سے کسب فیض کا پورے طور سے حق ادا کر دیا۔ پروفیسر محفوظ الحسن "چند مکتوب اور مکتوب نگار" میں مختار صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ وہ لوگ ہیں جو علم سینہ کو دینہ نہیں بناتے بلکہ حتی الامکان تشنگانِ علم کی سیرابی کو اپنا مقدس فریضہ اور سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔ ہندوپاک میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر اس خطے میں جہاں اردو زبان و ادب کی درس و تدریس کا کام انجام دیا جاتا رہا ہوگا، اصحابِ علم و ادب قلم ان کے نام اور کارناموں سے واقف ہوں گے۔"⁵

مختار الدین احمد کی اردو زبان و ادب کے حوالے سے خدمات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ انھوں نے بطور نقاد، مکتوب نگار، تبصرہ نگار، ماہر مخطوطہ شناس، بطور محقق و مدون ایک گراں قدر سرمایہ چھوڑا۔ انھوں نے فن تحقیق و تدوین کے حوالے سے جو کام سرانجام دیے، وہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ جس کی بدولت ان کا شمار اردو تحقیق و تدوین کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے تحقیق و تدوین کے اصول و ضوابط فراہم کیے جس سے آئندہ محققین کو رہنما اصول وضع کرنے میں آسانی ہو۔ انھوں نے تاریخی مغالطوں کو رد کیا۔ ان کا اختصاص یہ ہے کہ انھوں نے کسی ایک گوشہ ادب کا انتخاب نہیں کیا، کسی ایک مخصوص دائرے میں اپنی صلاحیتوں کو مقید نہیں ہونے دیا، بلکہ انھوں نے بہت سی ادبی جہات میں خدمات پیش کیں اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، اس کا حق ادا کر دیا۔

خلاصہ بحث

مختار الدین احمد نے کر بل کتھا کی تدوین کے دوران اس کے ادبی و لسانی خصائص کو موضوع بحث بنایا بلکہ لسانی جائزے کا الگ سے ایک عنوان مقرر کر کے اس میں متن کا لسانیاتی جائزہ پیش کیا ہے اس میں فضلی کے استعمال ہونے والے الفاظ، فقرات، محاورات، تراکیب تراشی اور اس میں بھی جدت طرازی، جملوں کی ساخت کی جانب بھی تنقیدی اشارے فراہم کیے ہیں۔ کر بل کتھا ایک ادبی تصنیف کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی تصنیف بھی ہے لہذا اس میں بھی بہت سے تاریخی کوائف، تاریخی واقعات کا بیان ملتا ہے جو کہیں تو بہت مختصر ہے اور کہیں طوالت پر مبنی ہیں جس سے مرتب کو متن کی تاریخی حیثیت متعین کرنے میں مدد ملی۔ کر بل کتھا 28 صفحے پر ختم ہوتی ہے۔ آخر میں فرہنگ، فہرست اسماء و اشخاص، فہرست کتب و مقامات و دیگر امور دی گئی ہے۔ مختار الدین احمد نے داستان فضلی کو بڑی احتیاط و اہتمام اور محنت و سلیقے سے مرتب کیا ہے اس پر ان کی ترتیب، پیش کش اور قیمتی حواشی کے ساتھ متعدد فہارس کی ترتیب، مرتب کی حد درجہ محنت اور وسعت مطالعہ کی دلیل ہے، غرض کہ قابل مرتب کی محنت و کاوش اور حسن ترتیب ہر لحاظ سے قابل داد و ستائش اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ مختار الدین احمد نے کر بل کتھا میں تہذیبی ماحول کا جو عکس ملتا ہے، اس پر بھی مجموعی تبصرہ بیان کیا۔ تحقیق و تدوین کی صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر حنیف نقوی نے رشید حسن خاں سے قبل چند ممتاز مدوین کی مختصر ترین فہرست میں مختار الدین احمد کا بھی شمار کیا ہے، لکھتے ہیں: "رشید حسن خاں کی کتابوں کے منظر عام پر آنے سے قبل اردو میں تدوین متن کے قابل ذکر نمونے تقریباً نایاب تھے۔ مولانا عرشی کی "دستور الفصاحت" اور "دیوان غالب"، "قاضی عبدالودود کی "ماثر غالب"، مالک رام اور مختار الدین احمد کی "کر بل کتھا" اور مالک رام کی "غبارِ خاطر" کے علاوہ کتابوں میں کوئی ایسی کتاب ہو جس کے بارے میں وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکے کہ اس کے مرتب نے حتی المقدور تدوین کا حق ادا دیا ہے اور اپنے آنے والوں کے لیے ایسی مثال قائم کر دی ہے جو اس مرحلہ دشوار میں ان کی رہبری کرتی رہے گی" ⁶

⁶ حنیف نقوی، پروفیسر؛ تحقیق و تدوین مسائل اور مباحث؛ لاہور، بیکنس بکس؛ 2012ء، س 240۔